دنیا کا کوئی اقتصادی نظام نفع رسانی میں اسلام کے اقتصادی نظام کا مقابلہ نہیں کرسکتا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰؍مئی ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ ہر انسان کی قوت اور استعداد مختلف بنائی گئی ہے۔
☆ ہمیں ایک دوسرے کی مدد، معاونت اور تعاون کی ضرورت ہے۔
☆ فلاح اُخروی کا تمام دار و مدار انصاف اور خدا شناسی پر ہے۔
☆ اسلام کا نظام دیگر نظاموں سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔
☆ اسلام کا اقتصادی نظام عبادت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۬ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ○ (البینۃ: ۶)

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ○ (الزخرف: ۳۳)

اس کے بعد فرمایا:

کل مجھے معدہ کی سوزش کی وجہ سے بہت تکلیف رہی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج کافی افاقہ ہے۔ مگر طبیعت کی علالت اور گرمی کی شدت مختصر خطبہ چاہتی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اختصار کے ساتھ اپنے چند پچھلے خطبات کے سلسلہ مضمون کو بیان کروں جو بیچ میں رہ گیا تھا۔ ان خطبات میں مَیں نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خالص اور حقیقی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور سچی پرستش گیارہ تقاضے انسان سے کرتی ہے۔ جو آیت میں نے اپنے اس مضمون کی بنیاد بنائی تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے یہ تقاضے پورے ہونے چاہئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ہر حرکت وسکون اور انسان کے ہر عمل اور انسان کے ہر شعبہ زندگی کے ساتھ ان تقاضوں کا تعلق ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ادا نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کی ادائیگی میں ان گیارہ تقاضوں کا خیال نہ رکھا جائے اور جب تک ان میں یہ گیارہ خصوصیات نہ پائی جائیں۔

آج میں ایک شعبہ زندگی کو لے کر کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ انسان انسان کے اقتصادی

تعلقات ہیں۔سورہ زخرف کی جو آیت میں نے آج تلاوت کی ہے اس میں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے بڑی وضاحت سے اس پر روشنی ڈالی ہے یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ صحیح اور نفع رساں اقتصادی نظام صرف وہ نظام ہے جسے قرآن کریم پیش کرتا ہے۔اس آیہ شریفہ سے پہلے منکرین اسلام یا یوں کہنا چاہئے کہ کفار مکہ یا اس وقت وہاں جو قوم کے سردار تھے ان کا یہ اعتراض بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مکہ اور طائف کے بڑے بڑے رؤسا میں سے کسی ایک پر کیوں نہ اتارا تا کہ وہ اپنی دنیوی وجاہت اور دولت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو زیادہ اچھی طرح سنا سکتا اور ہم لوگ (یعنی کفار مکہ اور اعتراض کرنے والے) اس کی بات کی طرف زیادہ کان دھرتے بجائے اس کے کہ ایک یتیم اور بے کس اور بے ہنر امی کو منتخب کیا اور اس پر قرآن کریم کو نازل کر دیا وہ قرآن کریم جس کے متعلق دعویٰ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم کتاب ہے۔عظیم کتاب کو ایک عظیم انسان پر اترنا چاہئے تھا یہ جاہلانہ اعتراض پیش ہوا تو اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصولی صداقت کو بیان کیا جس میں اس اعتراض کا جواب بھی آجاتا ہے اور ایک بنیادی اور اصولی صداقت پر بحث بھی ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم کا نزول اور نبی کریم ﷺ کو خاتم النّبیین اور افضل الرسل بنا کر دنیا کی طرف مبعوث کرنا جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ کرنا کہ وہ اپنی صفات کی بہترین تجلیات نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے ظاہر کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجہ میں ہے یہ کسی انسان اور خصوصاً اس زمانہ کے انسان کا حق نہیں تھا جو گمراہی اور ضلالت اور فساد میں اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا خدا تعالیٰ کی رحمت بندہ کے ظلم اور فساد کو دیکھ کر جوش میں آئی اور اس نے یہ جلوہ دکھایا جو حسین تر اور اعلیٰ تر اور ارفع تر تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کام کے لئے منتخب کیا اور اپنے حسن کا پورا جلوہ آپ پر چڑھا دیا اور اپنے احسان کی پوری قوت اپنی ظلیت میں آپ کے اندر ودیعت کر دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف ایک کامل انسان اور ایک محسن اعظم کی حیثیت میں مبعوث کیا۔رحمت کا یہ جلوہ اتنا عظیم تھا کہ ایسا جلوہ انسان نے نہ کبھی دیکھا اور نہ دیکھے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنی رحمت کا ایک عظیم جلوہ تم پر ظاہر کیا اور تم یہ اعتراض کرتے ہو کہ رحمت کا یہ جلوہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے جو تمہاری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا کیوں ظاہر ہوا ہے۔کسی بڑے رئیس کے ذریعہ سے کیوں ظاہر نہیں ہوا۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصولی

صداقت بیان کی کہ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ کیا قسام ازل کی رحمتوں کی تقسیم وہ کر سکتے ہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو آگے تقسیم کرے۔ یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ روحانی دنیا کے ساتھ تعلق رکھنے والی رحمتیں تو ایک طرف رہیں وہ رحمتیں جن کا تعلق اس دنیوی زندگی کی معیشت کے سامانوں کے ساتھ ہے ان کی تقسیم بھی وہ نہیں کر سکتے۔ وہ تقسیم بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اور جس رنگ میں اس نے ان کو تقسیم کیا ہے ایک معمولی عقل والے انسان کو بھی نظر آتا ہے کہ وہ مجموعی طور پر انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ اور وہ تقسیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دنیوی معیشت اور دنیوی زندگی کے سامانوں کی تقسیم ہم نے اس رنگ میں کی ہے کہ ہم نے ہر انسان کی قوت اور استعداد مختلف بنا دی ہے۔ ہر طبیعت کا میلان ہم نے مختلف بنا دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو بوجھ اٹھانے کی طاقت عطا کی ہے۔ قادیان میں ایک سکھ مزدور تھا وہ اتنی طاقت رکھتا تھا کہ پانچ چھ من بوجھ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا تھا اور دوسروں سے دوگنی تگنی مزدوری لیا کرتا تھا۔ اب اسے یہ طاقت ملاوامل یا کسی زید بکر نے نہیں دی تھی اسے یہ طاقت اللہ تعالیٰ ہی نے دی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قوت اور استعداد اپنی مرضی سے جتنی چاہی ہے کسی کو دی ہے اور یہ چیز ایسی ہے جو انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ یعنی قوت اور استعداد کی تقسیم کفار مکہ کے ہاتھ میں نہیں اور نہ کسی اَور انسان کے ہاتھ میں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان قوتوں کے نتیجہ میں اقتصادی تفاوت پیدا ہو گیا۔ ایک کو اللہ تعالیٰ نے بڑی زبردست انتظامی قوت دی اور تجارتی سوجھ بوجھ عطا کی اس نے کروڑوں روپیہ کی ایک انڈسٹری کو منظم کر لیا اور اس طرح کروڑ پتی بن گیا اس کے مقابلہ میں ایک مزدور جو چھ من یا سات من بوجھ اٹھاتا ہے وہ گو دوسروں سے زیادہ اجرت لے رہا ہوتا ہے لیکن بہر حال پہلے شخص کی طرح اس کے پاس زیادہ دولت نہیں ہوتی۔ جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو اس کے پاس علاج معالجہ کے لئے کوئی پیسہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری تقسیم کی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے حقوق کو قائم کیا ہے جب ایک بندہ جس کے پاس زیادہ دولت نہیں بیمار ہو جاتا ہے تو ہم خود اس کے ذمہ دار بن جاتے ہیں۔ ہم اس کے علاج اور دواؤں کا انتظام کرتے ہیں۔ ہم نے اقتصادی نظام ہی ایسا بنا دیا ہے کہ دنیا میں اس قسم کا انتظام ہوتا رہے۔

پھر چونکہ اقتصادی نظام کے نتیجہ میں دنیوی سامانوں یا پیداوار کی تقسیم مشتبہ ہو سکتی تھی اس لئے

اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ قوت اور استعداد دونوں کو شامل کر کے انسان کو کہا کہ ان چیزوں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالو پھر تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ تمہارے اختیار میں یہ بات نہیں کہ تم کسی کو جتنی چاہو طاقت قوت اور استعداد دے دو اور اس کے نتیجہ میں معاشی زندگی میں اور اقتصادی لحاظ سے تفاوت پیدا ہو جائے جس کے دور کرنے کا پھر تم سامان کرو۔ غرض اللہ نے فرمایا ہے دیکھو ہم نے بعض کو بعض قوتیں دی ہیں اور بعض دوسرے انسانوں کو کچھ اَور قوتیں دی ہیں۔ کسی کی طبیعت میں کوئی ہنر رکھ دیا ہے اور کسی کی فطرت میں ایک دوسرا میلان پیدا کر دیا ہے۔ اور جب اس بات کا نتیجہ نکلتا ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ کوئی تو دولت مند ہو گیا اور کوئی درویش فقیر اور نادار بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سارا نظام اس لئے نہیں ہے کہ تم میں سے بعض بعض کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا بلکہ اس چیز سے ہم منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ (الحُجُرٰت: ۱۲) یہ تفاوت ہم نے اس لئے رکھا ہے کہ بعض بعض کے لئے کار برار اور خادم بن جائیں۔ کسی کو ایک خاص قسم کی قوت اور استعداد دینا اور دوسرے کو وہ قوت اور استعداد نہ دینا بلکہ اس کی بجائے کوئی اور قوت اور استعداد دینا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ بعض کو معزز اور بعض کو حقیر بنانا چاہتا ہے، بلکہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس نے انسان کو باہمی معاشرہ میں تمدنی زندگی گزارنے والی مخلوق بنایا۔ اس کی راہ میں آسانی پیدا کرنے کے لئے اور ہر ایک کو دوسرے کا خادم بنانے کے لئے اس نے یہ انتظام کیا کہ اس نے مختلف قوتوں اور مختلف استعدادوں کے ساتھ اس کو پیدا کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف ایک پر ہی سارا بوجھ نہیں پڑتا۔ فرد واحد کو تو چھوڑو اگر ایک خاندان کو بھی اپنے سارے کام خود کرنے پڑتے تو دنیا ایک عذاب بن جاتی۔ اس خاندان کے افراد مثلاً خود روئی اگاتے، خود چنائی کرتے خود ہی کاتتے اور خود ہی اس کا کپڑا بناتے تا وہ اپنا ننگ ڈھانک سکیں۔ پھر دوسری مختلف اجناس ہیں وہ اجناس بھی وہ خود اُگاتے۔ مثلاً وہ خود گندم اگاتے پھر اس کے لئے محنت کرتے پھر خود ہی اس کو کاٹتے۔ خود ہی گہائی کرتے، خود ہی اڑاتے اور پھر خود ہی گھر میں دانے لاتے، انہیں صاف کرتے پھر ان کو خود ہی چکی سے پیستے، پھر آٹا گوندھتے اور اس سے روٹی بناتے۔ اس طرح کی ہماری سینکڑوں ضرورتیں ہیں کچھ تو ان میں سے جائز ضرورتیں ہیں اور کچھ ہمیں عادتیں پڑی ہوئی ہیں اور وہ عادتیں ہمارے لئے ضرورت کی شکل اختیار کر جاتی ہیں۔ سینکڑوں کام ہیں جو دوسرے لوگ ہمارے لئے کر رہے ہیں۔ کپڑے کی ضروریات

ہیں۔ مثلاً پگڑی کیلئے ململ چاہئے کھدر کی پگڑی پہنیں تو میرے جیسے آدمی کو سارا دن سر درد ہی ہوتی رہے۔ بہت کم لوگ اس کے وزن کو برداشت کرسکیں۔ پھر عورت کا اپنا مزاج ہے اور مرد کا اپنا مزاج ہے ۔ پھر رنگ ہیں گھر کی ایک لڑکی ایک رنگ کو پسند کرتی ہے تو دوسری لڑکی دوسرے رنگ کو پسند کرتی ہے۔ غرض ہزار قسم کے کام ہیں۔ اگر کسی خاندان کے افراد کو وہ سب کام خود ہی کرنے پڑتے تو یہ دنیا انسان کیلئے جہنم بن جاتی۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں تمہارے آرام کے لئے مختلف قوتیں اور مختلف استعدادیں دی ہیں تا تم ایک دوسرے کے خادم بنو، ایک دوسرے کے کاربرار بنو اور ایک کے اوپر ہی سارا بوجھ نہ آپڑے اور اس طرح پر بنی آدم کی مہمات اور اس کے روحانی اور جسمانی کاموں میں آسانی پیدا ہو جائے۔ مثلاً روحانی کام یہ ہیں کہ انسان رات کو اٹھ کر عبادت کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اندھیرے میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اب چاہے دیا ہی ہو یا بجلی کی روشنی اس میں بہرحال دوسروں کی مدد کی ضرورت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان باتوں کی حکمت اور فلسفہ کو سمجھتے نہیں اور جس غرض کے لئے یہ تمام کارخانہ مختلف قوتوں اور استعدادوں کا بنایا گیا ہے اس کے نتیجہ میں تم اپنے آپ کو خادم سمجھنے کی بجائے آقا سمجھنے لگ جاتے ہو اور ایک دوسرے کو حقارت اور استہزاء سے دیکھنے لگ جاتے ہو۔ لیکن ہم تم کو یہ بتاتے ہیں کہ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ اس میں بڑے لطیف پیرایہ میں اسلام کے اقتصادی نظام کی فوقیت دوسرے تمام اقتصادی نظاموں پر ظاہر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ظالمانہ اور مفسدانہ نظام معیشت اور اقتصادیات تم اپنے سرمایہ یا وحشیانہ قوت سے دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہو اس کی نسبت رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ تمہارے ربّ کی رحمت بہتر ہے۔ اس آیت سے پہلے قرآن کریم کا ذکر آیا ہے جس کی وجہ سے اعتراض ہوا تھا۔ اسی کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے اور رَحْمَتُ رَبِّكَ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم، اس کی تعلیم اور ہدایت زیادہ تر نفع رساں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی جو تفسیر فرمائی ہے میں اس وقت اپنے الفاظ میں وہ تفسیر بیان کروں گا۔ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ الفاظ میرے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

ا۔ انسان کی فطرت اور طبیعت میں ہے کہ وہ مل جل کے زندگی گزارے اور ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کے بغیر اس کا کوئی کام انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ میں نے ابھی مختصراً اشارہ کیا ہے کہ

ہمیں ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہے۔

۲۔ اگر ہمیں ایک دوسرے کی مدد، معاونت اور تعاون کی ضرورت ہے تو اس کے نتیجہ میں یقیناً ہمیں ایک دوسرے سے معاملہ کرنا پڑے گا۔

۳۔ اور جب ہم ایک دوسرے سے معاملہ کریں گے تو پھر معاوضہ کا سوال پیدا ہو جائے گا۔ اگر کسی کا وقت لیا ہے تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کو اجرت کتنی دینی ہے اور اگر اس کی مثلاً کپڑا بننے کی استعداد نے ہماری مدد کی ہے تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کی قیمت کیا دینی ہے۔ غرض معاونت کے نتیجہ میں معاوضہ کی ادائیگی کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔

۴۔ اب یہ ایک اقتصادی سوال ہے لیکن دنیا دار دنیا میں غرق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتا ہے اس لئے یہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر اس معاوضہ کی ادائیگی کو انسان پر ہی چھوڑا جائے تو حقوق تلف ہو جائیں گے۔ اور یہ خطرہ معمولی نہیں بلکہ بڑا بھاری خطرہ ہے۔ چونکہ انسان اکثر غفلت کے پردوں میں اپنی زندگی کے دن گزارتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں کو تلاش کرنے کے لئے کوشش نہیں کرتا اس لئے انسان کی عقل اور اس کی قوت منتظمہ پر اس معاملہ کو چھوڑنے کے نتیجہ میں ایک بھاری خطرہ پیدا ہو جائے گا کہ بہت سوں کے حقوق تلف ہو جائیں گے۔ ان حقوق کو تلف ہونے سے بچانے کے لئے ایک ایسے منصفانہ قانون کی ضرورت ہے جو حق وصداقت پر قائم ہونے کی وجہ سے انسان کو ظلم اور تعدی اور بغض اور فساد اور غَفلَتٌ مِنَ اللّٰہِ سے روکتا رہے تا انسانی معاشرہ اور نظام اقتصادیات میں ابتری اور فساد واقع نہ ہو پس چونکہ حقوق کے تلف ہونے کا خطرہ تھا اس لئے اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے ہماری عقل بھی یہ کہتی ہے کہ ایک ایسا قانون ہونا چاہئے جو انصاف اور حق وصداقت پر قائم ہو اور انسان کو ظلم کی راہیں اختیار کرنے اور تعدی کی راہیں اختیار کرنے، بغض وفساد کی راہیں اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والی راہوں کو اختیار کرنے سے روکے اس کے بغیر صحیح اور ہر ایک کی تسلی کرنے والا نظام زندگی یا نظام اقتصادیات قائم نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ معاش اور نظام زندگی اور معاد اور فلاح اُخروی کا تمام مدار انصاف اور خدا شناسی پر ہے۔ دونوں چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ اکٹھا رکھتا ہے۔ یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں اکٹھے ہی رکھے گئے

ہیں کیونکہ اصل غرض حقوق اللہ کی ادائیگی سے اللہ کو راضی کرنا ہے اور اس کی ایک راہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جو حقوق قائم کئے ہیں ان حقوق کو ادا کیا جائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا جائے غرض (۱) اس دنیوی زندگی، دنیوی حیات کا نظام اور (۲) اُخروی مسرتوں کا حصول اور اُخروی فلاح ہر دو کا مدار حق وانصاف اور خداشناسی پر ہے جب تک معرفت نہ ہو اور جب تک اس معرفت کے نتیجہ میں نظام حیات کو صحیح اور منصفانہ اصول پر قائم نہ کیا جائے اس وقت تک نہ اُخروی زندگی کی خوشیاں حاصل ہوسکتی ہیں اور نہ یہ دنیا جنت بن سکتی ہے۔ یہاں بھی عذاب اور دکھ اور رنج ہے اور تکلیف ہوگی اور وہاں بھی اللہ ہی حافظ ہے۔

۶۔ اس لئے انصاف اور خدا ترسی کو مضبوطی سے قائم کرنے کے لئے ایسا قانون چاہئے جو عدل و انصاف کی باریک راہیں بتلاتا ہو اور عرفان ومعرفت الٰہی کے حقائق پوری صحت اور وضاحت سے بیان کرتا ہو۔

۷۔ اس قانون کا بنانے والا وہ ہونا چاہئے جو سہو وخطا اور ظلم وتعدی سے بالکل پاک ہو اور جو اپنی ذات میں صاحب عظمت اور صاحبِ عزت واحترام ہو تاکہ اس کی عظمت اور عزت کی وجہ سے ایک عقلمند انسان بڑی بشاشت سے اس قانون کو قبول کرے۔ غرض یہ قانون ایسا ہونا چاہئے جو عدل کے تمام تقاضے، جو انصاف کے تمام تقاضے، جو حقوق اللہ کی ادائیگی کے تمام تقاضے اور جو حقوق العباد کی ادائیگی کے تمام تقاضے پورے کرنے والا ہو اور پھر بنا بھی اس ہستی کی طرف سے ہو جو انسان کی نگاہ میں سہو وخطا اور ظلم وتعدی سے پاک ہو اور اس کی اپنی عزت اور عظمت اور جلال اتنا ہو کہ اس کے نتیجہ میں انسان اس کے بنائے ہوئے قانون کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔

۸۔ آٹھویں چیز اس آیت میں جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی ہستی اللہ تعالیٰ ہی کی ہستی ہے جو تمام عظمتوں کا مالک اور تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے۔ جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک اور منزہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور شریعت ہی انسان کو ایک کامل اور منصفانہ نظام معیشت اور نظام اقتصادیات عطا کرسکتی ہے۔ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اور دنیوی مال ومتاع جمع کرنے کے لئے جو نظام دنیوی لوگ بناتے ہیں وہ اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ انسان کو تسلی دلانے والے نہیں ہیں۔

پس رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعلان کیا کہ اسلام کا نظام سب دیگر نظاموں سے ارفع اور اعلیٰ ہے جس میں سب انسانوں کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے اور کسی کی بھی حق تلفی نہیں ہوتی اس کے برعکس دنیا کے سب دوسرے نظام ناقص اور انسانی حقوق کی حفاظت سے قاصر اور کسی نہ کسی رنگ میں ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہیں۔

ہم مختلف اقتصادی نظاموں پر جب نگاہ ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اصولی طور پر دو قسم کے نظام ہیں ایک نظام وہ ہیں جن کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے اور ایک نظام وہ ہیں جن کی بنیاد لا مذہبیت پر رکھی گئی ہے جن نظاموں کی بنیاد بظاہر مذہب پر رکھی گئی ہے وہ بھی ظالمانہ ہیں۔ اس وقت مَیں کسی مذہب کا نام نہیں لینا چاہتا لیکن ایک مذہب جس کے ماننے والے اس وقت دنیا میں بڑا ہی اثر اور رسوخ رکھتے ہیں اس میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص تیرے مذہب سے تعلق نہیں رکھتا اس کا مال غصب کرنا خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو، کسی حیلہ سے ہو جائز ہے یہ ان کا اقتصادی اصول ہے۔ اقتصادیات میں پیداوار کے مسائل ہیں کہ چیزیں کس طرح پیدا کی جاسکتی ہیں یا تقسیم پیداوار کے مسائل ہیں کہ آگے ان چیزوں کو کس طرح سب میں تقسیم کرنا چاہئے اس مذکورہ مذہب کے اقتصادی نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جو تیرے مذہب کو مانتا نہیں اس کا مال کھانا جائز ہے۔ اسی طرح بعض دوسرے مذاہب ہیں وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ اور شرمندگی کے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا یہ اصول ہے کہ جس شخص کا ہمارے مذہب کے ساتھ تعلق نہیں یا جس شخص کا ہمارے مذہب کے اس حصہ سے تعلق ہے جو ہمارے نزدیک بڑا ذلیل اور حقیر ہے اور باوجودیکہ اس کا تعلق ہمارے مذہب کے ساتھ ہے ہمارے مذہب نے اس کے کوئی حقوق تسلیم نہیں کئے۔ ان کا مال کھالینا جائز ہے۔ غرض اقتصادی نظام کی بنیاد اسلام سے باہر چاہے مذہب پر ہو تب بھی ہمیں ظالمانہ نظر آتی ہے۔ کم از کم وہ ایسی نظر نہیں آتی جو تمام انسانوں کے اقتصادی حقوق کی حفاظت کرنے والی ہو۔

دوسری قسم کا اقتصادی نظام ہمیں وہ نظر آتا ہے جو لا مذہبیت کی بنیاد پر قائم ہے اور اس کی دو نمایاں شکلیں ہمارے سامنے ہیں ایک کو ہم ''سرمایہ داری'' کا نام دیتے ہیں اور ایک کو ہم ''اشتراکیت'' کا نام دیتے ہیں۔ یہ دونوں اقتصادی نظام لا مذہبیت کی بنیادوں پر قائم ہیں یعنی ان کا یہ دعویٰ نہیں کہ ان اصولوں کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت دنیا میں رائج کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا اس سے کیا

تعلق ۔ ہم کماتے ہیں اور پیدا کرتے ہیں ۔ ہم جس طرح چاہیں پیداوار کو آگے تقسیم کریں‘‘ اور جس طرح چاہیں‘‘ کی آگے جو شکلیں نکلتی ہیں وہ سب ظالمانہ ہوتی ہیں ۔

اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایک فقرہ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ میں بڑی وضاحت سے یہ اعلان کیا کہ جو اقتصادی نظام اسلام دنیا کے سامنے رکھ رہا ہے دنیا کا کوئی اور اقتصادی نظام نفع رسانی میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ ویسے اس نظام کے ماننے والے اپنے دل کی خواہشات کے مطابق اس کی خوبیاں بیان کرتے رہیں تو اور بات ہے لیکن ٹھوس دلائل کے ساتھ کوئی نظام اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ اس نے انسانیت کے حقوق کی اسی طرح حفاظت کی ہے جس طرح اسلام نے تمام انسانوں کے حقوق کی مکمل حفاظت کی ہے ۔

پس صرف یہ بات نہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا اقتصادی نظام بہترین ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ جو نظام قرآن کریم کو نازل کرنے والے خدا کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ دنیا کی طرف آیا ہے وہی انسان کے لئے اقتصادیات کا بہترین نظام ہے اور وہ تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے کسی کی حق تلفی نہیں ہونے دیتا اور اسلام کا یہ دعویٰ اس لئے ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام عبادت کے ان گیارہ تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے جن کی طرف مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے ۔

آج تو تمہید ہی بیان ہو سکی ہے آگے مَیں بیان کروں گا انشاء اللہ کہ اسلام کا اقتصادی نظام عبادت کے گیارہ تقاضوں کو کس طرح پورا کرتا ہے اور اگر کسی تقاضا کے متعلق کوئی بنیادی بات نظر آتی ہے تو قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ منکر اسلام جو کام کرتا ہے، جو دعویٰ کرتا ہے، جو اعلان کرتا ہے، جو بات کرتا ہے وہ حقیقی عبادت کی خصوصیتوں اور اس کے تقاضوں کے خلاف ہے اس لئے وہ اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆......☆